خطبۂ جلسۂ تقسیم اسناد

از: جناب پرنب مکھرجی

عزت مآب صدر جمہوریۂ ہند

بموقع

جلسۂ تقسیم اسناد - 2016

مولانا آزاد نیشنل اردو یونیورسٹی

26؍دسمبر 2016

عزیز ہم وطنو!

یونیورسٹیاں اکتساب علم اور اس کی توسیع کا گہوارہ ہوتی ہیں۔ اس کے ساتھ ساتھ اپنی حدود میں داخل ہونے والے نوجوانوں کی سماجی تربیت اور انہیں ایک مکمل انسان کی حیثیت سے تیار کرنے کی بھاری ذمہ داری بھی یونیورسٹی پر عائد ہوتی ہے۔ مولانا آزاد نیشنل اردو یونیورسٹی اس عظیم انسان کے نام سے موسوم ہے جو ماہر ادب، ماہر لسانیات، ماہر تعلیم، انسان دوست اور سیکولر قوم پرست قائد کی حیثیت سے ایک افسانوی شخصیت کا مالک ہے۔ ہندوستان ہی نہیں بلکہ اس دور میں پوری دنیا میں ان کے جیسی کوئی شخصیت نہیں ملتی۔

اردو یونیورسٹی کا قیام اور اسے مولانا آزاد کے نام سے موسوم کرنے کا فیصلہ ہندوستان کے اس عظیم سپوت کے لیے نہایت ہی مناسب خراج تحسین ہے۔

دور حاضر کے منتظمین، اساتذہ اور طلبا کو اُس عظیم قائد کو اپنا آدرش بنانا چاہیے جو واقعی ایک خودساز دانشور اور اتنے ہی بڑے انسان دوست فرد تھے۔ میں نے ابتدا میں یونیورسٹی کی جس بھاری ذمہ داری کا ذکر کیا ہے اس سے میری مراد یہی تھی کہ مولانا آزاد نیشنل اردو یونیورسٹی کے نوجوان محققین کی شخصیتوں کو مولانا آزاد کے نمونے پر تیار کیا جائے۔ میں یہاں بیٹھے ہوئے نوجوان طلبا و طالبات کو یہ نصیحت کرتا ہوں کہ وہ اپنے آپ کو اس مقامِ بلند تک لے جانے کا عزم کرلیں۔ میں دعا کرتا ہوں کہ آپ سب اپنے کیرئیر کے پسندیدہ مقام کو حاصل کریں، لیکن میں یہ بھی دعا کرتا ہوں کہ آپ کا وہ پسندیدہ مقام فکری بلندی اور اخلاقی زندگی کا نتیجہ ہو۔ اس موقع پر میں مولانا آزاد ہی کا ایک قول آپ کے سامنے

پیش کرنا چاہتا ہوں

''فوری حاصل ہونے والی اور مصنوعی خوشی کے پیچھے دوڑنے کے بجائے ٹھوس کامیابیوں کے لیے اپنے آپ کو زیادہ وقف رکھو'

مولانا ابوالکلام آزاد نے عظمت کا جو نمونہ پیش کیا تھا وہ آج کی دنیا میں ناپید ہوتا جا رہا ہے۔ سیکولرزم اور قوم پرستی کے مخلصانہ اور شدید جذبہ کی کمی نمایاں طور پر محسوس ہونے لگی ہے۔ دوسروں کے اخلاص، اُن کی حب الوطنی اور قوم پرستی میں خامیوں کی تلاش ہمارے لیے بہت آسان ہو چکی ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ خود کو صحیح قرار دینے اور دوسروں کے جذبۂ اخلاص کو غلط ٹھہرانے کی یہ عادتیں حب الوطنی، سیکولرزم اور ایمان داری کے بنیادی تصورات کی ناقدری کر رہی ہیں۔ ایسی افسوسناک صورتحال اور بے اعتمادی کی اس فضا میں ہمارے تعلیمی اداروں ہی سے اعتماد کی اس کمی کو بحال ہونا چاہیے۔ ہندوستان میں قدیم زمانے ہی سے تعلیم کو انسانیت کا درس دینے والے سب سے اہم ادارے کی حیثیت حاصل رہی ہے۔ تعلیم یافتہ ہونے کا مطلب فکری بلندی، انتہائی تواضع، ہمدردی اور اختلافات سے قطع نظر سب کے لیے احترام جیسی خوبیوں کا حامل ہونا تھا۔ قدیم ہندوستان میں گروکل، صوفیوں کی خانقاہوں اور مختلف مذاہب کی مقدس کتابوں میں عاجزی وانکساری، صداقت اور دیانت کا سبق دینے والی تربیت گاہیں موجود تھیں۔ علی گڑھ مسلم یونیورسٹی، بنارس ہندو یونیورسٹی اور وشوابھارتی جیسی جدید ہندوستانی یونیورسٹیاں نوجوانوں کو تہذیب، علم اور نیکی کی حامل شخصیتوں کی حیثیت سے تیار کرنے کے انہی بنیادی مقاصد اور اصولوں پر قائم کی گئی تھیں جن پر نالندہ اور تکشلا جیسی قدیم درسگاہیں قائم تھیں۔ ٹیگور، سرسید احمد خان، ذاکر حسین اور مدن موہن مالویہ کے نزدیک ان کے قائم کردہ ادارے قوم کی تعمیر، ملک کے نوجوانوں کو بہترین

شہری بنانے اور ان میں ذہن کی پاکیزگی و بے خوفی کی عادات کو پروان چڑھانے والے مراکز تھے۔

اس مثالی صورت حال کی بات کرتے ہوئے ہمیں یہ تسلیم کرنا ہوگا کہ اس معاملے میں غلطیاں سرزد ہوئی ہیں۔ ایک غلطی جو پچھلے ستر برسوں سے جاری ہے وہ یہ کہ ہم تعلیم کو کسی مقصد کا ذریعہ سمجھتے ہیں۔ اور افسوس اس بات کا ہے کہ وہ مقصد دولت کے حصول کی صورت میں ظاہر ہوا ہے۔ ''جتنی اعلیٰ ڈگری ہوگی اتنی زیادہ تنخواہ اور اتنی ہی بڑی کامیابی''، ہم تعلیم کو اسی نقطہ نظر سے دیکھتے ہیں۔ ہم کسی فرد کی قدر و قیمت کا تعین اس کے پاس موجود ڈگریوں کی تعداد سے کرتے ہیں۔ چنانچہ متنوع صلاحیتوں اور منفرد قابلیتوں کے حامل نوجوان مایوسی کے احساس کا شکار ہو جاتے ہیں۔

ہمارے ملک کی اعلیٰ تعلیم کو گھسی پٹی روایات سے باہر نکلنا ہوگا اور خواہش مند طلبا کو مختلف و متعدد مواقع فراہم کرنے ہوں گے۔ جب تک کوئی یونیورسٹی یا کسی مخصوص مقصد کے لیے قائم شدہ ادارہ روایت سے ہٹ کر سوچتے ہوئے کچھ اختراعی و تخلیقی نوعیت کے پروگراموں کے دروازے نہیں کھولتا اس وقت تک طلبا غیر مطمئن رہیں گے۔ کیفے ٹیریا نظام اور انتخاب پر مبنی کریڈٹ نظام کا مقصد بھی بلند آرزوؤں اور تربیتی پلیٹ فارموں کے درمیان پائی جانے والی اس خلیج کو کم کرنا ہے۔ یہ بات قابل ستائش ہے کہ حالیہ برسوں میں اعلیٰ تعلیم کے کئی اداروں نے تعلیم کے کئی نئے پروگرام شروع کیے ہیں جن میں طے شدہ روایات کو چھوڑ کر نوجوانوں کو نئی اور تازہ دنیاؤں کی سیر کرنے کا موقع فراہم کیا گیا ہے۔ یوں اعلیٰ تعلیم برسوں پرانی اور زرد پڑتی ہوئی یادداشتوں کی خواندگی کے بجائے ایک دل چسپ مہم اور نئی معلومات و مہارتوں کی دریافت بن جائے گی۔

ایک اور واضح حقیقت بھی اعلیٰ تعلیم کے میدان سے وابستہ مختلف افراد کو پریشان کررہی ہے۔ اکتسابی نتائج کو بامعنی بنانے کے لیے یہ ضروری ہے کہ اعلیٰ تعلیم کے اداروں اور روزگار کی منڈی کے درمیان نقطۂ نظر کی ہم آہنگی پائی جائے۔ یونیورسٹیاں اور اعلیٰ تعلیم کے ادارے توسیعی کام کا آغاز کریں اور اپنی تعلیمی اسناد کی 'اہلیتِ روزگار' اور 'بازار کی قدر' سے واقف ہوں۔ دوسری جانب آجرین کو چاہیے کہ وہ اپنی روزگار پالیسیوں کی تجدید کریں اور اپنے مستقبل کے ملازمین کے تعارفی خاکوں (Biodata) میں اخلاقی و سماجی ذمہ داریوں کے عوامل کو بھی پیش نظر رکھیں۔ آجرین کا ایک اور جنون انگریزی سے واقفیت اور اس میں مہارت سے متعلق ہے۔ بلاشبہ انگریزیت کی ملمع کاری بہت پرکشش ہے اور بیرون ملک ملازمتوں و بین الاقوامی اسفار کے لیے اس کی اہمیت سے کوئی انکار نہیں، لیکن انگریزی کا یہ جنون مادری زبان اور علاقائی زبانوں کی اہمیت کو کم نہ کردے۔

سب سے صحت مند لسانی فارمولہ وہی ہے جس میں مادری زبان کے ساتھ دوسری زبانیں شامل ہوں۔ زبانوں کی یہی ترکیب منافع بخش ہوسکتی ہے۔ مولانا آزاد نیشنل اردو یونیورسٹی اس فارمولے کا ایک بہترین نمونہ بن کر ابھری ہے۔ چونکہ ذریعہ تعلیم و تدریس کے لحاظ سے یہ ایک لسانی یونیورسٹی ہے اور یہاں طلبہ کو لائبریری سے استفادہ و تحقیق کے بہترین رجحانات کے ساتھ ساتھ انگریزی زبان میں پڑھنے و لکھنے کی اعلیٰ مہارتوں سے بھی مانوس کیا جاتا ہے۔ ان طلبا کو اپنے ان ساتھی طلبا کے مقابلے میں ایک گونہ برتری حاصل ہے جو صرف ایک ہی زبان میں تعلیم حاصل کرتے ہیں۔

پارلیمان کے ایکٹ کے مطابق مولانا آزاد نیشنل اردو یونیورسٹی کے دو بنیادی مقاصد ہیں جن کا نفاذ تمام امور پر ہوتا ہے۔ یہ بنیادی مقاصد اردو زبان کا فروغ اور تعلیم

کے ذریعے خواتین کو بااختیار بنانا ہیں۔ اردو ایک ایسی زبان ہے جس کے داخلی حسن اور دلاویزی کے متعلق کئی کتابیں لکھی جاچکی ہیں۔ حالیہ برسوں میں اردو کا احیا یقیناً ایک خوش آئند امر ہے۔ لیکن حقیقی صورتحال اس بات کی نشاندہی کررہی ہے کہ اردو بولنے والے خاندانوں، بالخصوص اعلیٰ متوسط اور اعلیٰ طبقات، میں اردو کی تعلیم سے بے توجہی برتی جارہی ہے۔ یہ ایک عام بات ہوچکی ہے کہ اعلیٰ خاندانوں کے تعلیم یافتہ بچے اردو زبان سے واقف نہیں ہوتے۔ اردو زبان کی ترقی کی ذمہ داری بلاشبہ مولانا آزاد نیشنل اردو یونیورسٹی جیسے اداروں پر عائد ہوتی ہے۔ یہ کام کیسے کیا جائے؟ بنیادی مقصد کی مخلصانہ پابندی، دنیا کی بہترین تصانیف کا اردو میں ترجمہ، زبان کے استعمال میں معیار کی بہتری چند ایسے اہم کام ہیں جنہیں انجام دینا ضروری ہے۔

ایسا محسوس ہوتا ہے کہ دوسرے مقصد پر خاص توجہ دی گئی ہے۔ اس سال اسناد حاصل کرنے والی نوجوان خواتین کی تعداد اس حقیقت کا واضح ثبوت ہے کہ مولانا آزاد نیشنل اردو یونیورسٹی میں خواتین کی پذیرائی ہوتی ہے اور انہیں یہاں اپنے مرد ساتھیوں کے ساتھ برابر کا مقام حاصل ہے۔ یہاں خواتین کو جو احترام دیا جاتا ہے اس کے پیش نظر یہ ادارہ ایک معاشرتی نمونے کی حیثیت سے قابل ستائش ہے۔

ہندوستان میں یونیورسٹیاں ترقی کررہی ہیں اور مرکزی و ریاستی دونوں سطح کی یونیورسٹیوں کی تعداد میں مسلسل اضافہ ہوتا جارہا ہے۔ علم و تعلیم کی مستحکم تاریخ کے حامل اس خوبصورت شہر حیدرآباد کو تین مشہور و معروف مرکزی یونیورسٹیوں کا گہوارہ ہونے کا فخر حاصل ہے۔ ان تینوں یونیورسٹیوں سے یہ سوال کیا جاسکتا ہے کہ: انسان دوستی پر مبنی افکار کے فروغ، رواداری، شمولیت، اخلاق اور بلند فکری جیسے اقدار کی نشوونما اور ذہنوں کی بلندی میں ہر

یونیورسٹی کا کیا کردار ہے؟ کتنی یونیورسٹیاں خالص بشری علوم اور خالص سائنسی علوم سے آگے پیش رفت کر رہی ہیں؟ طلبا کو ایسے کتنے کورسز فراہم کیے جا رہے ہیں جو ذہنی عادتوں کی نشوونما کر کے پست انسانی کردار سے انہیں پاک کرتے ہوں؟

جب ہم طلبا کو مختلف مسائل پر بات کرتے ہوئے اور ان کے سوالات کا زوردار جواب دیتے ہوئے سنتے ہیں تو خوشی ہوتی ہے۔ لیکن جب نامناسب غصے میں اُن کی آوازیں اونچی ہو جاتی ہیں، جب وہ تشدد اور تلخی کی زبان بولنے لگتے ہیں تو مجھے احساس ہوتا ہے کہ وہ ادارے جہاں انہوں نے تعلیم حاصل کی، وہ اساتذہ جنہوں نے ان کی رہنمائی کی اور وہ والدین جنہوں نے ان کی پرورش کی سب اپنی ذمہ داری میں ناکام ہو گئے ہیں۔ ہم بہت تیزی سے تبدیل ہونے والی دنیا میں رہتے ہیں۔ یہ دنیا ہمیں بہت ہی وسیع اور پراسرار لگتی ہے۔ لیکن سوشل میڈیا نے پوری دنیا کو ہماری انگلیوں کی ایک حرکت میں سمو دیا ہے۔ ''جو کچھ ہم دیکھتے ہیں ہم اس کے مالک ہیں'' لیکن اس کے باوجود جب ہم اپنے اطراف دیکھتے ہیں تو پتہ چلتا ہے کہ ہم اپنے اطراف پھیلی ہوئی وسیع کائنات کا صرف ایک چھوٹا سا حصہ ہیں۔

جدید تعلیم سائنسی اکتساب اور انسانی مطالعہ سے بہترین امور کو اخذ کرنے والی ہو۔ یونیورسٹیوں کو ایسا ایجنڈہ طے کرنا چاہیے جہاں سے طالب علم بیک وقت فکر اور عمل کی صلاحیت سے لیس ہو کر نکلیں۔ عصر حاضر کے معلمین کے لیے ضروری ہے کہ وہ وابستگان کے لیے مستحکم تعلیمی پالیسی کا خاکہ عمل فراہم کریں۔ پھر اسے بامعنی نصاب میں تبدیل کیا جائے۔ طلبا کی ضرورتوں سے ہم آہنگ کورسز تیار کیے جائیں۔ ہمارے نوجوان باحوصلہ، جرأت مند اور متجسس ہیں۔ تدریسیات کا ایسا نمونہ اختیار کیا جانا چاہیے جوان سے ہم آہنگ ہوتا کہ نئی چیزیں جاننے کے لیے ان کی جستجو کو تسکین ملے اور ان کی فطری ذہانت کی قدر ہو۔ انہیں عصری

سہولتوں سے آراستہ تجربہ گاہیں اور کتب خانے فراہم کیجیے۔ تدریسی و نصابی کتابیں ایسی ہوں کہ طلبا کی لامحدود توانائیوں کو صحیح رخ مل سکے۔ انہیں اپنی دنیاؤں سے باہر نکلنے اور ستاروں پر کمندیں ڈالنے کا موقع دیں۔

دوستو! آج میں اپنے سامنے ایک عہد کو دیکھ رہا ہوں۔ ایک عظیم زبان و ادب کی دلکشی اور اس کی تہذیب کا جدید سائنسی علوم کے ساتھ خوشگوار اشتراک دیکھ رہا ہوں۔ میری دلی آرزو ہے کہ اس شراکت میں روز بروز استحکام اور اضافہ ہوتا جائے اور اس زبان کے بولنے والوں کی زندگیاں نئے نئے تجربات سے روشناس ہوتی جائیں۔ ٹینی سن کی معروف نظم کے اولیسیس کی طرح ہمارے نوجوان بھی اس حقیقت کا احساس کر لیں کہ:

''...... ہر تجربہ ایک نئے افق کا باب الداخلہ ہے
جہاں سے نئے جہانوں کی جھلک دکھائی دیتی ہے اور
جیسے جیسے میں آگے بڑھتا ہوں ان کے کنارے اوجھل ہوتے جاتے ہیں''

آپ کی یونیورسٹی عنقریب دو دہوں کو مکمل کرنے والی ہے۔ اس نے بڑی تیزی کے ساتھ پیش رفت کی ہے۔ اور اس نے آج قومی سطح پر اپنے وجود کو منوانے کے ساتھ ساتھ مقامی سطح پر بھی اثرات مرتب کیے ہیں۔ مولانا آزاد نیشنل اردو یونیورسٹی زبردست ترقی کر رہی ہے جیسا کہ اس کو حاصل شدہ منظوریوں سے ثابت ہوتا ہے۔ آج وہ اپنا چھٹا جلسہ تقسیم اسناد منعقد کر رہی ہے۔ فارغین یونیورسٹی کی زندگیوں میں جلسہ تقسیم اسناد ایک اہم واقعہ ہوتا ہے۔ خود اداروں کے لیے بھی جلسہ تقسیم اسناد اپنی مسلسل ترقی اور کامیابیوں کا ایک سنگ میل ہے۔ میں تمام طلبا، اساتذہ اور انتظامیہ کو اس موقع پر مبارکباد پیش کرتا ہوں۔

جے ہند۔